بیوہ اور مطلقہ کے حقوق

امیرالدین مہر○

عام انسانی معاشروں میں جن طبقات کو نظرانداز کیا گیا' جن کے ساتھ بے رحمانہ سلوک کیا گیا' جنھیں حقارت کی نظر سے دیکھا گیا اور ذلت کے ساتھ انسانی حقوق سے محروم کیا گیا' ان میں ایک طبقہ بیواؤں اور مطلقہ عورتوں کا ہے۔ یہ وہ خواتین ہیں جن کے شوہر فوت ہو گئے ہیں یا انھیں شوہروں نے طلاق دے دی ہے اور وہ بے کسی و بے بسی کی زندگی گزار رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو فطری طور پر مرد کے سہارے رکھا ہے۔ ان حالات میں گھر کر وہ مشکلات میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب اور معاشروں نے ان کی بڑی حق تلفی کی ہے۔ بعض نے ان سے زندہ رہنے کا حق تک چھین لیا' ذلت کی زندگی گزارنے پر مجبور کیا' انھیں نکاح ثانی سے محروم کیا' میراث کا حق دار قرار نہیں دیا اور ان کے گھروں سے بے گھر کر کے دربدر کی ٹھوکریں کھانے کے لیے چھوڑ دیا۔ یہاں چند ایک وہ رعایتیں' عنایتیں اور شفقتیں جو اسلام نے ان کے ساتھ کی ہیں' ان کا اختصار سے تذکرہ کیا جاتا ہے۔

اسلام نے ایسی عورتوں سے بہت ہمدردی کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کے مختلف مسائل و معاملات کو بیان کیا ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کا تذکرہ کیا ہے۔ سورہ البقرہ' سورہ النساء' سورہ النور' سورہ القصص' سورہ الطلاق' سورہ التحریم' سورہ الاحزاب' سورہ المجادلۃ اور سورہ الممتحنۃ وغیرہ میں عائلی قوانین اور بیوہ و مطلقہ عورتوں کا تذکرہ اختصار اور تفصیل سے آیا ہے۔

طلاق بذات خود ایک ناپسندیدہ فعل ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان طلاق کی شناعت کے لیے کافی ہے: ابغض الحلال الی اللّٰہ تعالٰی الطلاق (السنن لابی داود' باب فی کراھیۃ الطلاق' ج اول' ص ۳۰۳۔ ابن ماجہ' ابواب الطلاق' ص ۱۴۶)' یعنی حلال باتوں میں ناپسندیدہ بات طلاق ہے۔ تاہم

○ صدر مدرس' جامعۃ العلوم الاسلامیہ' منصورہ (سندھ)

اسلام نے مرد کو بامر ضرورت و بحالت مجبوری اپنی بیوی کو طلاق دینے کی اجازت دی ہے۔ البتہ ایک طلاق رجعی دینے کی ترغیب دی ہے اور طلاق بائن اور بہ یک وقت تین طلاقیں دینے سے سختی سے روکا ہے۔ اس کی وجہ عورت کو تکلیف سے بچانا' آیندہ تعلقات درست کرنے اور گھر بسانے کی راہ کھلی رکھنا ہے (تلخیص تفہیم القرآن' مولانا صدرالدین اصلاحی' ص ۴۷' مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن' لاہور)۔

مختصر طور پر یہاں بیوہ و مطلقہ کی صرف ایسی چند مراعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو قرآن مجید میں وارد ہوئی ہیں۔

(ا) **عدت کا تعین**: اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیوہ و مطلقہ عورتوں کو ان کے مناسب حقوق دیتے ہوئے ان کے لیے عدت مقرر کی ہے۔ اسلام سے قبل ان کے سوگ کی عدت لامحدود' دائمی یا لمبے عرصے تک کی تھی۔ اسلام نے ناگزیر ضرورت کو سامنے رکھ کر اسے محدود کر دیا کہ یہ صرف اتنا عرصہ عدت گزارے جس سے پہلا غم و الم ہلکا ہو جائے اور دوبارہ زندگی شروع کرنے کے لائق ہو جائے (سیرت النبی' سید سلیمان ندوی' ج ۶' ص ۲۹۵)۔

عدت چار قسم کی ہے۔

ایک' وہ عورتیں جو اپنے شوہر کی وفات یا طلاق کے وقت حمل سے ہوں۔ ان کی عدت وضع حمل (بچہ جننا) ہے۔ ارشاد باری ہے: وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا (الطلاق ۶۵:۴) اور حاملہ عورتوں کی عدت کی حد یہ ہے کہ ان کا وضع حمل ہو جائے۔ جو شخص اللہ سے ڈرے اس کے معاملے میں وہ سہولت پیدا کر دیتا ہے۔

دوسری' وہ بیوہ عورتیں جو حاملہ نہیں ہیں۔ ان کی عدت ۴ ماہ ۱۰ دن ہے۔ ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ (البقرہ ۲:۲۳۴) تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں' ان کے پیچھے اگر ان کی بیویاں زندہ ہوں تو وہ اپنے آپ کو چار مہینے دس دن روکے رکھیں۔

تیسری' وہ مطلقہ عورتیں جنھیں حیض آتا ہے اور خاوند سے ملی ہیں یعنی خلوت صحیحہ حاصل ہوئی ہے' تو ان کی عدت تین حیض ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ (البقرہ ۲:۲۲۸) طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض آنے تک روکے رکھیں" (عدت گزاریں)۔

چوتھی' وہ مطلقہ عورتیں جنھیں صغر سنی یا کبر سنی یا کسی اور وجہ سے حیض نہیں آتا' ان کی عدت تین ماہ ہے۔ وَالّٰٓـئِیْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـئِیْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ (الطلاق ۶۵:۴) تمھاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں' ان کے معاملے میں اگر تم لوگوں کو کوئی شک لاحق ہے تو (تمھیں معلوم ہو کہ) ان کی عدت تین مہینے ہے اور یہی حکم ان کا ہے جنھیں ابھی

حیض نہیں آیا۔

بیوہ و مطلقہ کے لیے عدت مقرر کرنے کی کئی ایک وجوہ ہیں۔ ایک اہم وجہ استبراء رحم (حمل نہ ہونے کا یقین ہونا) ہے۔ دوسری وجہ عورت کا تحفظ' احترام اور آرام ہے۔ عدت کے دوران اپنے شوہر کے گھر میں قیام کرے گی' مانوس مکان' واقف ماحول اور اپنوں کی اپنائیت میں آرام سے بیٹھی رہے گی۔ اس کی جان' عزت' آبرو اور مال محفوظ رہے گا۔ اگر یہ عدت مقرر نہ ہوتی تو نہ جانے اس کی عزت و آبرو کا کیا حال ہوتا' اس کے آرام و سکھ کا کیا بندوبست ہوتا اور اس کا تحفظ کیسے ہوتا۔

رجعی طلاق سے مطلقہ عورت کے لیے عدت گھر میں گزارنے میں خیروبھلائی کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ اپنی عدت کے دوران زیب و زینت کرے گی اور شوہر کے سامنے رہے گی تاکہ طلاق سے رجوع کرنے کا سامان بن جائے اور پھر سے گھر بس جائے (الھدایۃ' ابوالحسن علی ابن ابی بکر' ج ۲' ص ۳۹۸)۔

اسلام نے بیوہ اور مطلقہ کو عدت میں نان و نفقہ اور مکان میں رہایش کی سہولتیں دے کر ان کے ساتھ عمدہ اور انسانیت نواز سلوک کیا ہے جو اس کے عادلانہ نظام حیات کا حصہ ہے اور انسانی زندگی کے لیے سایہ رحمت ہے۔

(۲) گھر میں سکونت: بیوہ اور مطلقہ کے لیے خاوند کے گھر میں قیام کا لازمی بندوبست کیا گیا ہے۔ بیوہ عدت کے زمانے میں لازماً اپنے شوہر کے گھر میں قیام کرے گی۔ تاہم خاوند کے ورثا کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ ایک سال تک اس گھر میں اسے رہنے دیں تو یہ رویہ احسن اور افضل ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ (البقرہ ۲: ۲۴۰) "تم میں سے جو لوگ وفات پائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ رہے ہوں' ان کو چاہیے کہ وہ اپنی بیویوں کے حق میں یہ وصیت کر جائیں کہ ایک سال تک ان کو نان و نفقہ دیا جائے اور وہ گھر سے نہ نکالی جائیں"۔ اگرچہ متعین عدت کی آیات نازل ہونے کے بعد اس آیت پر عمل لازم نہیں رہا البتہ استحبابی حکم اب بھی باقی ہے (تفسیر بیان القرآن' مولانا شاہ اشرف علی تھانوی' ج اول' ص ۸۰' مطبوعہ تاج کمپنی' لاہور)۔

اسی طرح مطلقہ عورت چاہے کسی نوع کی طلاق یافتہ ہو' اس کے لیے اپنے شوہر کے گھر میں عدت گزارنا لازم ہے۔ شوہر اسے گھر سے نکالے نہ وہ خود اس گھر سے نکلے۔ فرمایا گیا: اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ (الطلاق ۶۵: ۶) ("تم اپنی مطلقہ عورتوں کو عدت گزارنے کے لیے) اپنی وسعت کے مطابق اس مکان میں رہنے دو جہاں تم رہتے ہو"۔ پھر مرد و عورت دونوں کو اس مکان میں عدت گزارنے تک رکھنے اور رہنے کی تاکید کی گئی۔ فرمایا: وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ (الطلاق ۶۵:۱) "اور اللہ سے ڈرو جو تمھارا رب ہے' نہ تو تم ان عورتوں کو گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود ہی

گھروں سے نکلیں"۔ لہٰذا عورت کا شوہر کے گھر سے نکلنا جائز نہیں' الا یہ کہ کوئی خاص ضرورت آن پڑے ورنہ بلاقصد نکلنا اسے گنہگار کر دیتا ہے' مگر اس سے اس کی عدت باطل نہیں ہوتی (عورت اسلام کی نظر میں' البھی الخولی' ص ۲۹۰' مطبوعہ ۱۹۸۵ء' I.I.F.S.O' کویت)۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں فریقوں کو عدت ختم ہونے تک اسی گھر میں وقت گزارنے اور ٹکے رہنے کی تاکید کی۔ آج کے دور میں رہایش کا مسئلہ کافی اہم ہے' خاص طور پر شہروں میں خرچ کے لحاظ سے اور امن و امان اور تحفظ کے لحاظ سے سکونت کی بڑی اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کے لیے سکونت کا بندوبست کر کے اس مسئلے کو حل کر دیا ہے۔

(۳) نان و نفقہ: اسلام نے بیوہ اور مطلقہ کی عدت کے دوران اس کے نان و نفقہ (بنیادی ضروری اخراجات) کا بندوبست اس کے شوہر اور اس کے رشتے داروں کے ذمہ کیا ہے۔ یہ نان و نفقہ اس کی خاندانی حیثیت کے مطابق ہو گا۔ اگر مطلقہ خاتون ایسی ہے جس سے اس کے خاوند کے زن و شوئی کے تعلقات (خلوت صحیحہ) نہیں ہوئے تو بھی اسے خالی ہاتھ روانہ نہیں کیا جائے گا۔ اسے متعہ (تحفے کی قسم کا سامان) اور قاعدے کے مطابق مہر دے کر روانہ کیا جائے گا۔ ارشاد ہے: وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ○ (البقرہ ۲:۲۴۱) "اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو ان کو معروف دستور کے مطابق سامان دیا جائے یہ متقیوں پر لازم ہے"۔ یہ سامان از قسم تحفہ و دلجوئی تمام اقسام مطلقات میں دینا مستحب و احسن ہے (معارف القرآن' ج اول' ص ۵۹۲)۔

نان و نفقہ کے لیے سورہ الطلاق میں ارشاد ہے: وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ (الطلاق ۶۵:۶) اور اگر وہ (مطلقہ) حاملہ ہوں تو ان پر اس وقت تک خرچ کرتے رہو جب تک ان کا وضع حمل نہ ہو جائے۔

گویا بیوہ اور مطلقہ خواتین کے لیے خورد و نوش اور ضروریات زندگی کا ایسا بندوبست کر دیا گیا ہے کہ اپنی عدت اطمینان اور سکون سے اپنے شوہروں کے گھروں میں اور ان کے خرچ پر گزاریں گی۔ انھیں زکوٰۃ فنڈ سے مانگنے' خیراتی اداروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے' حکومتی اور رفاہی اداروں میں درخواست دینے اور در در مانگنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ کسی محتاج خانے یا دارالامان میں پناہ ڈھونڈنے اور کسی برادری کے پنچ اور سردار کے گھر جانے کی حاجت ہے۔

(۴) مہر دلانا: اسلام نے عورتوں کے جو اہم مالی حقوق متعین کیے ہیں ان میں سے ایک حق مہر ہے۔ یہ عورت کا حق ہے۔ لہٰذا اسے ضرور ملنا چاہیے' نیز اس کی ادائیگی خوش دلی' محبت اور اخلاص سے کرنی چاہیے۔ مہر کی بعض صفات کو قرآن مجید نے صدقات (سچائی اور محبت) نحلہ (خوش دلی)' اجور (مالی حق)'

فرض اور قنطار (ڈھیروں مال) کے کلمات سے بیان کیا ہے۔ لہٰذا بیوہ اور مطلقہ کا مہر اگر شوہر کے ذمہ ہے تو اس کی لازمی ادائیگی کی جائے۔ چنانچہ بیوہ کا مہر اس کے شوہر کی میراث تقسیم کرنے سے پہلے دوسرے قرضوں کی طرح ادا کیا جائے گا۔ اسی طرح مطلقہ کا مہر بھی اسے فوری ادا کیا جائے گا۔ یہ ان عورتوں کے لیے فوری اور اہم مالی مدد ہے' ان کی ضروریات کی تکمیل کا ذریعہ ہے اور دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے بچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مہر کی ادائیگی کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ (النساء ۴:۴) "اور عورتوں کے مہر خوش دلی کے ساتھ فرض جانتے ہوئے ادا کرو"۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت و شفقت ہے کہ بیوہ اور مطلقہ کی عدت ختم ہونے تک اس کی تمام ضروریات کا مناسب بندوبست کر دیا۔

ہمارے معاشرے میں عورتوں کے مہر کے تقرر' ادائیگی اور معاف کرانے کے بارے میں جو کوتاہیاں ہو رہی ہیں وہ سب کے سامنے ہیں۔ ان کی وجہ سے ان کی بڑی حق تلفی ہو رہی ہے۔

(۵) بیوہ اور مطلقہ کو تنگ نہ کرنا: یہ عورتیں پہلے ہی غم و حزن اور ذہنی و معاشرتی دکھوں میں مبتلا ہوتی ہیں۔ ایسی حالت میں مطلقہ کے شوہر اور ان کے رشتہ داروں سے کہا گیا کہ ان کو مزید ستا کر ان کے دکھوں میں اضافہ نہ کریں۔ ارشاد فرمایا: وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ (الطلاق ۶۵:۶) "اور انھیں تنگ کرنے کے لیے انھیں نہ ستاؤ"۔ ایک شریف گھرانے' اچھے مسلم معاشرے اور طلاق کی صورت میں ایک مومن شوہر کا ایسا رویہ ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ دکھی عورت کو ستائے' طعنے دے' اس کے عیب گنائے' اسے عار دلا کر تنگ کرے اور ذہنی ایذا پہنچائے۔

(۶) نکاح ثانی کی آزادی: بیوہ اور مطلقہ عورت کو اسلام نے نکاح ثانی کے لیے آزادی اور خود مختاری دی ہے۔ وہ عدت گزرنے کے بعد جب چاہے اور جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ اس طرح کی آزادی بہت کم معاشروں اور مذہبوں میں دی گئی ہے۔ عام طور پر جوان بیوہ کو یا تو شوہر کے خاندان والے اپنے قبضے میں کر لیتے ہیں اور اس کی مرضی کے بغیر خاندان کے کسی فرد سے اس کا نکاح کرا دیتے ہیں یا اس کے والدین اسے لے جاتے ہیں اور اپنی مرضی سے اس کا نکاح کرا دیتے ہیں اور بعض اسے بیچ دیتے ہیں' جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر قبضہ کرنے اور شوہر کی میراث میں اسے لینے سے منع فرمایا ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ (النساء ۴:۱۹) "اے ایمان والو' تمھارے لیے جائز نہیں ہے کہ تم زبردستی بیوہ عورتوں کو میراث بنا لو"۔ بیواؤں اور مطلقہ خواتین کے بارے میں قانون سازی ہونے سے پہلے ہی آپؐ نے نکاح بیوگان کی اپنی ذات سے ابتدا کی۔ آپؐ نے اپنا پہلا نکاح بیوہ خاتون حضرت خدیجہؓ سے کیا اور اس کے بعد آٹھ دیگر بیواؤں سے نکاح کیا اور باقی مطلقہ اور آزاد کردہ عورتوں سے نکاح کیا۔

صرف ایک کنواری تھیں (سیرت النبی، سید سلیمان ندوی، ج ۶، ص ۲۹۳)۔

اسی طرح مطلقہ عورت کو عدت گزرنے کے بعد دوسرا نکاح کرنے کی نہ صرف آزادی اور پورا اختیار دیا بلکہ سابق شوہر اور اس کے رشتہ داروں سے کہا گیا کہ اسے اپنا رفیق حیات منتخب کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیں اور اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالیں کیونکہ اس کے فعل کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے۔ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ (البقرہ ۲:۲۳۴) پھر جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو انھیں پورا اختیار ہے کہ اپنی ذات کے معاملے میں جو فیصلہ چاہیں کریں، تم پر اس کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی، اللہ ہر ایک کے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔

(۷) بیوہ اور مطلقہ کے مال کا تحفظ: اسلام نے عورت کو مال کمانے، اسے سمیٹ کر رکھنے، اسے بڑھانے اور استعمال کرنے کا حق اور تحفظ دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ط وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ط وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ط (النساء ۴:۳۲) "جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے۔ ہاں اللہ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہو"۔ چنانچہ بیوہ اور مطلقہ کے پاس جو مال اسباب ہے یا مہر وغیرہ میں سے اسے حاصل ہے، اسلام اس کا تحفظ کرتا ہے۔ مطلقہ عورت سے مالی بے انصافی اور زیادتی کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے۔ شوہر تنگ کرتا ہے اور اس کی مہر کی رقم ہضم کر جاتا ہے۔ بعض اس سے تحفے میں دیے ہوئے کپڑے اور دیگر اشیا تک رکھوا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی حرکتوں سے روکتے ہوئے فرمایا: وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا (البقرہ ۲: ۲۲۹) "اور (مطلقہ عورتوں کو رخصت کرتے ہوئے) تمھارے لیے جائز نہیں ہے کہ جو کچھ تم انھیں دے چکے ہو، اس میں سے کچھ لو"۔ اور فرمایا: وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ج وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ج (النساء ۴:۱۹) اور نہ یہ حلال ہے کہ انھیں تنگ کر کے اس مال کا کچھ حصہ اڑا لینے کی کوشش کرو جو تم انھیں دے چکے ہو، ہاں اگر وہ کسی صریح بدچلنی کی مرتکب ہوں۔ ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔

اگرچہ اس میں صریح بات تو ان شوہروں سے کہی گئی ہے جو اپنی بیویوں کو تنگ کر کے مہر کا مال یا ان کا دوسرا مال ہتھیانے کی کوشش کریں لیکن الفاظ کی عمومیت سے ان بیوہ عورتوں کے لیے بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جو شوہروں کے وارثوں کے رحم و کرم پر ہوتی ہیں۔ ان سے بھی کہا جا رہا ہے کہ شوہر کے مرنے کے بعد تو یہ بے کس زیادہ رحم اور حسن سلوک کی مستحق ہو گئی ہیں، نہ یہ کہ شوہر نے اپنی زندگی میں جو مہر اور مال ان کو دیا تھا، تم الٹا اس کو ہتھیانے کی ذلیل حرکت کرنے لگو۔

مطلقہ بیویوں کو جو مہر، زیور، کپڑے اور مال وغیرہ ان کے شوہر ہدیے اور عطیے کے طور پر دے چکے

ہیں ان میں سے کوئی بھی چیز واپس لینے کا جواز نہیں ہے۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو جن اعلیٰ اخلاقی اصولوں کی تعلیم دی ہے ان کی رو سے یہ بات ویسے بھی انتہائی مکروہ ہے کہ ایک شخص جو چیز کسی کو ھبہ کر چکا ہو یا تحفے میں دے چکا ہو اس کو واپس لے۔ حدیث میں اس ذلیل حرکت کو کتے کے اس فعل سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنی ہی قے خود چاٹ لے (بخاری، کتاب الحیل، ج ۲، ص ۱۰۳۲)۔ مگر ایک شوہر کے لیے تو خاص طور پر یہ بات انتہائی شرمناک ہے کہ وہ اپنی مطلقہ بیوی کو رخصت کرتے وقت اس سے وہ سب کچھ رکھوا لینا چاہے جو اس نے خود ہی کسی وقت اسے محبت سے دیا تھا۔ اس کے برعکس اسلام کی ہدایت تو یہ ہے کہ مطلقہ عورتوں کو کچھ اور دے دلا کر شریفانہ سلوک سے رخصت کرو۔ یہ وہ عورتیں ہیں جو تمھارے ساتھ ایک عرصہ تک رفاقت کی زندگی گزار چکی ہیں۔

(۸) **بیوہ اور مطلقہ کا وراثت میں حصہ:** ہمارے معاشرے میں جاہلی اثرات کی وجہ سے عام طور پر شوہر کی وفات کے بعد بیوہ عورت کو یہ تصور دلایا جاتا ہے کہ اب اس کا اس گھر میں کیا رکھا ہے، اس لیے اسے چلے جانا چاہیے۔ اگر اولاد نہیں ہے تو اپنے باپ کے گھر جائے اور اگر اولاد ہے تو اس کے رحم و کرم پر بیٹھی رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے شوہر کی میراث میں سے معقول حصہ دلایا ہے۔ اگر شوہر کی اولاد ہے تو اسے آٹھواں حصہ دیا ہے اور اگر اولاد نہیں ہے تو اسے چوتھا حصہ دیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ (النساء ۴: ۱۲) "اور وہ تمھارے ترکے میں سے چوتھائی کی حق دار ہوں گی اگر تم بے اولاد ہو ورنہ صاحب اولاد ہونے کی صورت میں ان کا حصہ آٹھواں ہوگا۔ بعد اس کے کہ جو وصیت تم نے کی ہو، وہ پوری کر دی جائے اور جو قرض تم نے چھوڑا ہے وہ ادا کر دیا جائے"۔ یاد رہے قرض میں عورت کا مہر بھی ہے، اگر وہ ادا نہیں کیا گیا تو وہ قرض کی ادائیگی کے طور پر ادا کیا جائے گا۔ اسی طرح مطلقہ رجعی کا خاوند طلاق کی عدت میں فوت ہو جائے تو شوہر کی میراث میں اس کا حصہ ہے اور اگر وہ مطلقہ عدت میں فوت ہو جائے تو خاوند کو اس کی میراث میں سے حصہ ملے گا۔ نیز علماے امت کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ مطلقہ بائن کا شوہر مرض الموت میں طلاق دے اور عدت کے دوران فوت ہو جائے تو اسے بھی میراث میں سے حصہ ملے گا (مجموعہ قوانین اسلام، جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، ج ۵، ص ۱۰۱۷، مطبوعہ IRI، اسلام آباد)۔ سبحان اللہ وبحمدہ، شریعت مطہرہ نے اس کمزور اور بے بس طبقہ کا کس قدر لحاظ رکھا ہے کہ اسے میراث تک میں حصہ دیا ہے اور محروم نہیں کیا۔

(۹) **مطلقہ اور بیوہ کے بچے کو دودھ پلانا:** مطلقہ اور بیوہ کی گود میں دودھ پینے والا بچہ ہے تو عدت گزرنے کے بعد اسے دودھ پلانے کا معاوضہ دلایا ہے تاکہ اس کے لیے اپنے بچے کو دودھ پلانے کے

ساتھ گزر سفر کا بندوبست بھی ہو جائے۔ پھر بچے کے والد اور ورثا کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اپنے بچے کو دودھ پلانے کے لیے بچے کی ماں کو کسی دوسری عورت پر ترجیح دیں کیونکہ بچے کی ماں کا اپنے بچے پر دوسری عورتوں سے زیادہ حق ہے۔ ارشاد باری ہے: فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ (الطلاق ۶۵:۶) پھر اگر وہ تمھارے لیے (بچے کو) دودھ پلائیں تو ان کی اجرت انھیں دو اور بھلے طریقے سے (اجرت کا معاملہ) باہمی بات چیت سے طے کر لو۔

معلوم ہوا کہ علما نے اس آیت کے اس چھوٹے سے حصے سے درج ذیل چھ حکم نکالے ہیں:

(الف) عورت اپنے دودھ کی مالکہ ہے اس لیے اس کی اجرت لینے کی مجاز ہے۔

(ب) عورت وضع حمل کرتے ہی اپنے سابق شوہر کے نکاح سے باہر ہو جاتی ہے لہٰذا بچے کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں ہو گی۔

(ج) باپ کو بھی قانوناً مجبور نہیں کیا جائے گا کہ بچے کو اس کی ماں ہی سے دودھ پلوائے۔

(د) بچے کا نان و نفقہ باپ پر عائد ہوتا ہے۔

(ہ) بچے کو دودھ پلانے کی اولین حق دار ماں ہے۔

(و) اگر دوسری عورت کو بھی وہی اجرت دینی پڑے جو بچے کی ماں طلب کرتی ہے تو ماں کا حق اولیٰ ہے (الفقہ الاسلامی وادلتہ' ڈاکٹر وھبہ الزحیلی' ج ۸' ص ۳۱۴' مطبوعہ بیروت)۔

(۱۰) **بیوہ اور مطلقہ کا عمومی تحفظ و احترام**: بیوہ اور مطلقہ معاشرے کے کمزور طبقات' دکھی انسان اور بے بس و بے کس خواتین ہیں۔ لہٰذا اسلام نے ان کی عزت و احترام کی ترغیب دی اور ان کے دکھ بٹانے اور مدد کرنے کو اجر و ثواب کا باعث بتایا ہے۔ ہمارے اس مضمون میں قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں چند باتیں تحریر کی گئی ہیں' احادیث' سنت النبیؐ اور سیرت صحابہؓ کی روشنی میں لکھا جائے تو مضمون طویل ہو جائے گا۔ صرف ایک حدیث ملاحظہ کریں: "بیوہ اور مسکین کی ضروریات کے لیے بھاگ دوڑ کرنے والا ایسا ہے جیسے اللہ کی راہ (جہاد) میں بھاگ دوڑ کرنے والا۔ (راوی کہتا ہے) اور میرا گمان ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ وہ اس شخص کی طرح ہے جو شب بیدار ہے اور تھکتا نہیں اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو روزے چھوڑتا نہیں" (تلخیص تفہیم القرآن' مولانا صدر الدین اصلاحی' ص ۸۷۶)۔

بیوہ اور مطلقہ کے نکاح کرانے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ (النور ۲۴: ۳۲) "تم میں سے جو لوگ مجرد ہوں اور تمھارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں' ان کے نکاح کرا دو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا۔ اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے"۔ ایک بے سہارا

بیوہ کے ساتھ سب سے بڑا حسن سلوک یہ ہے کہ اس کے لیے صالح جوڑا تلاش کیا جائے اور اسے حصار نکاح میں محفوظ کر دیا جائے کیونکہ ایک عورت کا حقیقی نگران، محافظ اور معاون ایک صالح شوہر ہی ہو سکتا ہے۔

اس دور میں معاشرے کے اہم مسائل میں سے ایک عورتوں کے حقوق و فرائض اور ان کے ساتھ حسن سلوک ہے۔ اس وقت مسلم معاشرے میں عورتوں کی خستہ حالت اور ہندو تہذیب و ثقافت کے پس منظر میں عام مسلمانوں کے ان کے ساتھ برتاؤ کی وجہ سے مغربی اقوام اور مغرب زدہ طبقات کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تنقید اور ہرزہ سرائی کرنے کا موقع مل رہا ہے۔

ہمارا اصل مسئلہ اسلامی تعلیمات پر عمل نہ کرنا ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اسلام کا تقاضا کیا ہے، قرآن نے کیا کہا ہے، ہم نے رسم و رواج اور ذاتی مفادات و خواہشات کو اپنا رہنما بنا رکھا ہے۔ کتنا ہی بتایا سمجھایا جائے، جو بھی طلاق دیتا ہے، تین سے کم کو طلاق ہی نہیں سمجھتا۔ بیوہ کا نکاح آج بھی ایک مسئلہ ہے۔ دین کی تعلیمات سے آگاہ کرنے کی ضرورت بھی ہے، لیکن اصل کام مسلمانوں کو یہ بتانا ہے کہ مسلمان ہونے کا مطلب اللہ اور رسولؐ کے احکامات پر عمل کرنا اور ان کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔ اگر عمل کا یہ جذبہ بیدار ہو جائے، تو کتنے ہی معاشرتی مسائل جو زندگیوں کو تلخ بنا رہے ہیں، حل ہو کر سکون و اطمینان کا باعث ہوں۔

ماہنامہ ترجمان القرآن

انٹرنیٹ پر دیکھا جاسکتا ہے

www.tarjumanulquran.com

E-mail: tarjuman@pol.com.pk

ماہنامہ

القاسم کا خصوصی نمبر

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ کی یاد میں

اکابر کی تحریروں کا وقیع مجموعہ، ایک عظیم تاریخی دستاویز

فی شمارہ: ۱۵ روپے　　　زرسالانہ: ۱۵۰ روپے

ماہنامہ القاسم، خالق آباد، جامعہ ابوہریرہ، پوسٹ آفس برانچ نوشہرہ فون وفیکس: 0923 - 630611 - 630237